مکتوبِ مفتوح[1]

جناب نعیم صدیقی صاحب

یہ ایک مکتوبِ مفتوح ہے، پورے عالمِ اسلام کے حکمرانوں، علماء، مفکرین، ادیبوں اور صحافیوں کے نام جسے ایک زندہ ضمیر بندۂ ناچیز نے دلِ دردمند کے خون میں قلمِ احساس کو ڈبو کر لکھا ہے۔

موجودہ پُرتشدّد اور جارحیت آموز تہذیب کی بنائی ہوئی دجالی دُنیا کے ہر کونے میں ملتِ اسلامیہ کے خلاف ظلم و تزویر کا سلسلہ جاری ہے اور باطل نظریوں کے علمبرداروں کی کوشش یہ ہے کہ اس قوم کو مٹا دیا جائے جس کے اندر سے حق کی آواز جا بجا بلند ہو رہی ہے۔ اور یہ آواز نہضت تازہ کی تحریک بنتی جا رہی ہے۔

خاص طور سے جن مسلم اقلیتوں پر خونخوار اکثریتوں نے دھاوا بول رکھا ہے ان کے احوال خون رُلا دینے والے ہیں۔ پھر ان میں سے بھی کچھ خطے وہ ہیں جہاں مسلم اقلیتیں جان جوکھوں میں پڑ کر ظلم و جارحیت کا مقابلہ کر رہی ہیں۔ لیکن بھارت ایک ایسی سرزمین ہے جہاں ۱۹۴۷ء سے بعد کے دَور میں شر پسند ہندوؤں نے ہر ۱۹ گھنٹے بعد ایک مسلم کُش بلوہ کھڑا کیا ہے اور مسلمانوں کی بہت بڑی اقلیت انتہائی بے بسی سے درندگی کا نشانہ بن رہی ہے۔

پچھلی طویل اور دردناک داستان الگ، آج آسام میں مسلمانوں پر بہت بڑی قیامت گزر گئی ہے۔ آسامِ خون آشام میں بدترین مشرک قوم کے وحشیوں نے چند ہفتوں کے اندر بقولِ عام

---

[1] پہلے میں نے دلی کی ساتویں سربراہ کانفرنس کے بارے میں اپنے تاثرات و مطالبات لکھے، مگر بعد میں ایک اہم تر ضرورت سامنے آ گئی۔ اب وہ مضمون کسی اور صورت میں شائع ہوگا (ن ۔ ص)

۱۰ اور ۱۵ ہزار (زیادہ تر) مفلوک الحال مسلمانوں کی لاشوں کے انبار لگا دیئے۔ تلخیصی رپورٹ اس مکتوب کے ضمیمے میں دی گئی ہے۔ بیروت کی قیامتِ شطیلہ میں ۵ ہزار مسلمانوں کے قتل نے ہمارے دل ہلا دیئے اور یاسر عرفات کو بوڑھا کر دیا[۱]۔ مگر آسام تو اس سے کئی گنا بڑا شطیلہ ثابت ہوا۔ مگر اس بڑے شطیلہ کے قتلِ عام پر ہم نے کیا ردِّعمل دکھایا؟ کیا ہم میں سے کسی ایک کا بال بھی بیکا ہوا؟

اس وحشیانہ قتلِ عام کے سانحہ کا اگر مغربی اور دوسری مسلم اقوام اور اُن کے اداروں نے کوئی نوٹس نہیں لیا، اگر اقوامِ متحدہ خاموش ہے، اگر ادارۂ حقوقِ انسانی دم بخود ہے، اگر روس نے کوئی آواز نہیں اُٹھائی۔ اگر ایمنسٹی انٹرنیشنل چپ ہے تو ان میں سے کسی کا کیا گلہ جب کہ مسلمان اقوام اور ان کے اکابر مہر بہ لب ہیں۔

دہلی میں عین اُس وقت غیر جانب دار کانفرنس کا ساتواں اجلاس منعقد ہوا جب کہ آسام سے مسلمان کے خون کی مہک وگیان بھون (اجلاس گاہ) تک آرہی تھی، مگر کسی مسلمان قوم کے حکمران یا مندوب کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ رسولِ خدا کے اُمتیوں سے ہونے والے وحشیانہ سلوک کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتا۔ ہر کسی کو مصلحت و مفاد سے غرض رہی۔ آج جیوئش کرانیکل لندن کے اس نشتری قول کی کسک بھی نہ جانے کسی کو محسوس ہو سکی ہے یا نہیں کہ آسام میں مسلمان مر رہے تھے اور دہلی کانفرنس کے مسلمان شرکا ضیافتوں سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ یہ تو ایسا ہی ہے جیسے اپنے بزرگوں اور بھائیوں اور ماؤں اور بیٹوں کی لاشوں پر دسترخوان سجا کر اکل و شرب کا لطف اُٹھایا جا رہا ہو۔

کچھ اصحاب کی جرأتیں شاید اندرا گاندھی کے اس قول سے دب کر رہ گئیں کہ یہ معاملہ ہمارا داخلی معاملہ ہے۔ اگر یہ داخلی معاملہ ہے تو پھر اگر کوئی حکومت یا قوم اپنے ہاں انسانی گوشت کی

---

[۱] بیروت میں اسرائیل کی زیادتیوں پر خود اسرائیلی قوم تک کے اندر سے آواز بلند ہوئی، مگر آسام کے معاملے میں بھارت تو ایک سنگین مجسمہ ہے ہی، خود مسلمان چپ شاہ کا روزہ رکھے ہوئے ہیں۔

فراہمی کا مذبح بھی قائم کر لے تو وہ یہ کہہ کر بری الذمہ ہو سکتی ہے کہ یہ اس کا داخلی معاملہ ہے۔ ذرا آسام کے مسلمانوں کی طرح کا معاملہ عیسائیوں سے کر کے دیکھیے تو پھر آپ کو پتہ چلے گا کہ لندن اور واشنگٹن کے قصورِ اقتدار تک سے ایسی آواز بلند ہو گی جو کان کھول دے گی۔ کسی ملک میں ذرا معمولی درجے کے پادری سے تو معمولی سی بدسلوکی یا بدتمیزی کر کے دیکھیے، براہ راست ملکہ برطانیہ دخل دے گی۔

آسام میں جو معاملہ ہوا ہے اور اس سے پہلے بھارت میں مسلمانوں کے خلاف جو کچھ ہو چکا ہے وہ نہ صرف مذہبی، اخلاقی اور انسانی شرف کے لحاظ سے جرمِ عظیم ہے بلکہ اقوامِ متحدہ نے نسل کشی کی جو قرارداد پیش کی ہے اس کے خلاف ہونے کی وجہ سے دنیا بھر کی اقوام کے معاہدے اور فیصلے کی خلاف ورزی کی ہے اور اس لحاظ سے ایک بین الاقوامی جرمِ شنیع ہے۔ ایسے جرم پر ہر حکومت، ہر ادارے اور ہر فرد کو آواز بلند کرنے کا حق حاصل ہے۔ حق ہی نہیں، ہر شریف انسان اور ہر صاحبِ ایمان مسلمان کا فرضِ عین ہے کہ وہ ایسے جرم پر تڑپے۔ اور ایسے جرم پر جہاں بھی ممکن ہو آواز اٹھائے اور ایسے جرم کے سدباب کی ہر ممکن تدبیر کرے[1]۔

[1] اقوامِ متحدہ کی پاس کردہ قرارداد کی رُو سے کسی ملک کے ایسے تمام اقدامات پوری انسانیت کے خلاف جرم ہیں جن کا مقصد کسی گروہ کے مذہب اور اس کے تہذیبی تشخص کو جبراً مٹانا ہو یا اس کی نسل کو ختم کرنے کے لیے کارروائی کی جائے۔ اس طرح کی حرکات کو "داخلی معاملہ" نہیں قرار دیا جا سکتا۔ یہ بین الاقوامی معاملہ ہے۔ اس وقت بھارت میں مسلمانوں کو معاشی طور پر ختم کرنے کے لیے ایک طرف حکومت نے ان پر ملازمتوں کے دروازے بند کر دیے ہیں، دوسری طرف ہندو بلوائی اُن کے چھوٹے کارخانوں اور دکانوں کو آگ لگا کر ختم کر دیتے ہیں اور تیسری طرف ان کے بڈھوں اور بچوں اور عورتوں کو ہلاکت کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ یہ ساری کارروائی صریح طور پر نسل کشی (GENOCIDE) کی کارروائی ہے اور اس کا نوٹس عالمی اداروں کی سطح پر لیا جانا چاہیے۔ کم سے کم مسلمانوں کا تو پہلا فرض ہے کہ وہ ہندوستان کے خلاف نسل کشی کے جرم کا مقدمہ تمام بین الاقوامی اداروں کے سامنے کھڑا کر دیں۔

اگر دہلی کی نام نہاد غیر جانبدار کانفرنس میں شریک ہونے والے مسلم ممالک اس مسئلے کو پورے زور سے اٹھاتے اور آواز نہ سُنے جانے کی صورت میں بستر باندھ کر کانفرنس سے روانہ ہو جاتے تو اس عالمی شطرنج کی ساری بازی وہ جیت لے جاتے - باقی صرف ایسے بیٹھے ہوئے مہرے رہ جاتے جن کی کوئی قوت نہ ہوتی - بلکہ کاش کہ کوئی ایک ملک ہی ایسا ہوتا جو آسام کے شہیدہ اور زندہ مظلوم مسلمانوں تک اپنا یہ احساس پہنچا دیتا کہ مسلمانوں کے جان و مال و آبرو کے مقابلے میں ہر مفاد ہیچ ہے تو آج وہ ایک مسلمان ملک وقت کی تاریخ کا ایک نمایاں باب ہوتا۔

دہلی کانفرنس تو اپنی جگہ رہی، کسی مسلمان ملک میں کوئی بھرپور احتجاجی آواز نہیں اُٹھی، جلوس نہیں نکلے، ہڑتالیں نہیں ہوئیں - حکومتوں نے سفارتی سطح پر کوئی نوٹس نہیں لیا، کہیں لوگ روئے نہیں، کہیں قرآن خوانیاں نہیں ہوئیں، ہر طرف ایک سناٹا طاری ہے [1]

ہم وہ اُمت ہیں جس کے رسولؐ نے یہ تعلیم اخوت دی تھی کہ اگر ایک مسلمان کو کانٹا بھی چبھے تو دوسرے ایمان لانے والے کو اس کا درد محسوس ہونا چاہیے - ہم وہ اُمت ہیں جسے قرآن نے تلقین کی ہے کہ جہاں کہیں کمزور لوگ اور عورتیں اور بچے مصیبت کا شکار ہو کر چیخ اٹھیں کہ اے اللہ ظالموں کی اس بستی یا مملکت سے ہم کو نجات دلا تو وہاں ہمارے لیے اُن کی عملی نصرت کی آخری ذمہ داری عاید ہو جاتی ہے-

لیکن آج کے حالات میں آخری چارۂ کار سے پہلے بھی بہت کچھ ہو سکتا ہے - آخر زیادہ عرصہ نہیں گذرا کہ شاہ فیصل مرحوم نے تیل کا ہتھیار استعمال کر کے ایک معرکہ سر کر دکھایا - اور ابھی

---

[1] اب تک صرف یہ اطلاع ملی ہے کہ کویت اسمبلی میں قرارداد پاس ہوئی ہے - شاہ فہد نے اس واقعہ پر صدمے کا اظہار کیا ہے - پاکستان میں دو ایک اجلاس ہوئے ہیں اور اخبارات نے نوٹ لکھے ہیں، لیڈروں نے بیانات دیے ہیں اور مساجد میں تقریریں ہوئی ہیں - مزید اہم بات یہ کہ کینیڈا میں احتجاجی لہر اُٹھی ہے - یا پھر پاکستان میں اجلاس اور تقریریں ہوئی ہیں اور گذشتہ جمعہ میں مسجدوں میں آواز اُٹھائی گئی ہے، نیز اخبارات نے آسام کی داستانِ بہیمیت کو شائع کیا ہے - تازہ اطلاع کے مطابق جناب حبیب شطی نے اس مسئلہ پر اندرا گاندھی سے بات کی - یہ جو کچھ ہوا ہے بہت کم ہوا ہے

مسلمانوں کے پاس معاشی مارکیٹ کا ایک اور بڑا ہتھیار باقی ہے جو بڑے مؤثر طریق سے استعمال ہو سکتا ہے۔

مگر پہلا کام یہ ہے کہ آپ بھارتی مسلمانوں کے تحفظ کے لیے حسب ذیل شرائط سامنے لائیں:-

۱۔ مسلمانوں کو فرقہ پرست (جس کے معنی قوم سے عدم وفاداری تک پہنچتے ہیں اور جنونی (FANATIC) کہنا چھوڑ دیا جائے۔ ان کو ملک کے مجرموں کا سا جو مقام دے دیا گیا ہے اُسے ختم کیا جائے۔

۲۔ اس وقت آسام میں خصوصاً اور بھارت میں دوسری کسی بھی جگہ جب کوئی مسلم کُش بلوئی واقع ہو تو اسے محض لا اینڈ آرڈر کے ریاستی اور صوبائی مسئلوں کی طرح نہ لیا جائے بلکہ مرکزی حکومت اس کی روک تھام کی ذمہ داری اپنے سر لے۔

اس کام کے لیے پولیس اور انتظامیہ کے ایسے دستے استعمال کیے جائیں جن کی خاص طور سے غیر متعصبانہ تربیت کی گئی ہو اور جن میں کسی ایسے سابق افسر یا ملازم کو بھرتی نہ کیا جائے جس کا کردار پہلے کے ایسے واقعات میں ناپسندیدہ رہ چکا ہو (اور اس کے لیے چھان بین کی جانی چاہیے)

ایسی کوئی بھی فورس (پولیس کی ہو یا فوج کی یا ملیشیا کی) کسی بھی علاقے میں اس صورت میں استعمال کی جائے جب کہ افسروں سے لے کر عام کارکنوں تک نشانۂ فسادات بننے والے بڑے فریق کے کافی ہم مسلک لوگ موجود ہوں۔ اس ضمن میں حالیہ ایک اعلان کے مطابق مسلمانوں کو دوسرے شعبوں کی طرح قیامِ امن کی تنظیموں میں کم سے کم آبادی کے تناسب کے مطابق جلد سے جلد بھرتی کیا جائے۔

ایسے فسادات کے پہلے ریلے کو روکنے کے لیے ۲۴ گھنٹے کے اندر اندر اگر مؤثر کارروائی نہ کی گئی ہو تو (انڈیا کے پارلیمانی مسلم گروپ کے میمورنڈم کے مطابق) وزیر اعظم کو خود موقع پر جا کر کیمپ لگا دینا چاہیے اور فوری طور پر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور ایس ایس پی کو معطل کر دینا چاہیے۔ اسی طرح کسی بھی سرکاری ملازم کا پارٹ اگر بے جا قسم کا رہا ہو تو اُسے فوراً گرفت

ہی لینا چاہیے۔

۳ ـــــ مسلم کُش بلووں کے تمام متاثرین کو (چاہے کسی کا جانی نقصان ہوا ہو یا عضوی، مالی یا عزت و آبرو کا، چاہے مکان یا دکان یا سامان کی تباہی ہوئی ہو، سب کو معقول و مناسب شرح سے مرکزی حکومت کی طرف سے معاوضے ادا کیے جائیں اور ان معاوضوں کا بار کم نقصان والے فریق پر زیادہ ڈالا جائے۔ اگر کسی غیر مسلم کو نقصان پہنچے تو اُسے بھی حق ملنا چاہیے۔ جس گھر کا کوئی فرد باقی نہ رہے اُس کے اپنے گروہ کے تحت زرِ امداد ایک اجتماعی بہبود فنڈ میں جمع کرا دیا جائے۔

لُٹی ہوئی تمام اشیاء واپس لی جائیں یا اُن کی قیمت وصول کی جائے۔ نیز جو لوگ فساد کی منصوبہ بندی یا قیادت یا اس کے سلسلے میں براہِ راست جرائم کے ذمہ دار ہوں اُن کو بلا لحاظ مرتبہ و تعداد کے قانون کی گرفت میں لایا جائے۔

۴ ـــــ پریس اور اسٹیج دونوں کے لیے ممنوع قرار دیا جائے کہ وہ غیر تحقیق شدہ افواہی مواد، جھوٹے یا مبالغہ آمیز نقصانات یا فرقہ وارانہ اکساہٹ اور اشتعال پیدا کرنے والی تحریروں، تقریروں اور تصویروں سے وبا کو غلط طور پر پھیلائیں۔ ایسی حرکات کے خلاف انتظامی احکام کے علاوہ باقاعدہ قانونی و تعزیری کارروائی کے طریقے متعین کرنے چاہییں۔

۵ ـــــ ہر بلوے کی تحقیق کے لیے فوری طور پر ایک ایسا کمیشن مقرر کر دیا جائے جس میں شریف سیاسی و سماجی لیڈروں، غیر متعصب اخبار نویسوں، بلند کردار علماء، اخلاقی احساس رکھنے والے ادیبوں اور دانشوروں، فساد کا زیادہ شکار ہونے والے فریق کے مناسب تعداد نمائندوں کے ساتھ حزب اختلاف کے لیڈر اور ایک مرکزی وزیر کو ہائی کورٹ کے کسی جج کی سربراہی میں جمع کر دیا جائے۔ اس کمیشن کے وفود نہ صرف فساد زدہ آبادیوں میں پھر کر حالات کو ریکارڈ کریں، بلکہ موقع پر ہی رہ کر اپنے اجلاسوں میں سرکاری اور عوامی ہر طرح کے لوگوں کی شہادتیں جمع کریں اور دیانت و انصاف سے اپنی رپورٹیں تیار کریں۔ یہ رپورٹیں پارلیمنٹ میں بھی جائیں، صدر اور وزیر اعظم تک بھی پہنچیں اور تمام اخباروں میں بھی شائع ہوں تاکہ لوگوں میں یہ اعتماد پیدا ہو کہ اُن کے سروں پر ایک باا صول حکومت بیٹھی ہے۔

۶ — درسی کتابوں، خصوصاً تاریخ اور زبان و ادب اور مذہبی موضوعات کی سختی سے چھان بین کر کے ایسے ہر مواد کو خارج کر دیا جائے جو فرقہ وارانہ منافرت پیدا کرنے کا باعث بن سکتا ہو۔

۷ — یہ امر تسلیم کرایا جائے کہ مسلم کش واقعات ہونے کی صورت میں اسلامی کانفرنس کا مامور کردہ کوئی بھی وفد بھارت میں جا کر سرکاری حکام، مدیران، سیاسی لیڈروں اور عوام سے رابطہ کر کے حالات کی رپورٹ تیار کر سکتا ہے، نیز نقصان اٹھانے والوں سے ان کی مشکلات اور ان کے نقصانات کا اندازہ حاصل کر سکتا ہے۔

۸ — یہ بھی طے ہو جانا چاہیے کہ ایسے مواقع پر بھارت میں اسلامی کانفرنس یا کسی بھی مسلم ملک کی طرف سے انجمن ہلال احمر متاثرہ علاقے میں بلوئی زدہ مسلمانوں (ان میں مصیبت زدہ غیر مسلم بھی شامل ہو سکتے ہیں) کو مالی، غذائی، ذہنی، معالجاتی یا کسی دوسری طرح کی مدد پہنچائے۔

۹ — عالم اسلام کے اخبارات، ریڈیو اور ٹیلی وژن کے ممتاز نمائندوں کو موقع ملنا چاہیے کہ وہ حالات کو بچشم خود دیکھیں، تصاویر لیں اور اپنے ڈسپیچ باہر بھجوا سکیں۔

۱۰ — راشٹریہ سیوک سنگ اور جن سنگ جیسی متعصب اور غنڈہ گردی کرنے والی فرقہ پرست تنظیموں کو یا تو توڑ دیا جائے یا اُن پر ایسی قانونی پابندیاں عاید کی جائیں کہ وہ انسانیت کش حرکات نہ کر سکیں۔ ساتھ ہی یہ احتیاط ضروری ہے کہ مسلمانوں کی ایسی مقبول تبلیغی یا سماجی تنظیموں اور اداروں کو حساب برابر کرنے کے لیے زد میں نہ لیا جائے جن کی تاریخ فرقہ وارانہ اشتعال انگیزی اور فساد خیزی سے خالی ہے۔

۱۱ — اُن تمام اوقاف، مساجد، مدارس کو (فہرستیں تیار کرا کے) واگزار اور بحال کرایا جائے، جن پر جبراً قبضہ کیا گیا ہے۔ جن کو ختم کر دیا گیا ہے اُن کی تعمیر نو کرائی جائے۔

۱۲ — ضمانت حاصل کی جائے کہ مسلمانوں کے شرعی پرسنل لا کو نہیں بدلا جائے گا۔ اور اس سلسلے میں اگر کسی صحیح تبدیلی کی ضرورت ہوئی تو مستند مسلم جماعتوں کے نمائندہ بورڈ کے مشورہ کے مطابق عمل کیا جائے گا۔

۱۳ — علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے اسلامی کردار کے تحفظ کی یقین دہانی کرائی جائے اور اس کا تعلیمی رابطہ جامع الازہر (مصر)، مدینہ یونیورسٹی، سعودی عرب، اور شریعت کالج اسلام آباد

سے قائم کر دیا جائے۔

۱۴۔ اُردو زبان کو سرکاری اور تدریسی حیثیت سے اس کا جائز مقام دیا جائے، اور جہاں کہیں مسلم طلبہ کی مناسب تعداد اُردو پڑھنے کے لیے موجود ہو، وہاں شعبہ ہائے اُردو اور اس کے لیے اساتذہ کا انتظام کیا جائے۔

۱۵۔ مسلمانوں کو جس بُری طرح ۳۶ سال میں ملازمتوں سے دُور رکھنے کے بعد (آج بھی دلی میں تین بڑے محکموں کے ۸ سو افسروں میں صرف ۶ مسلمان ہیں) اُن کو جمے ہوئے چھوٹے اور بڑے کاروبار سے محروم کر دیا گیا ہے، تلافی احوال کے لیے بھارت سرکار سے طے کروانا ہوگا کہ سول اور فوجی ملازمتوں میں ان کو تناسب آبادی کے حساب سے شریک کیا جائے۔ اُن کو ٹھیکے لینے کا بھی مساویانہ حق دیا جائے اور انہیں تعلیمی پس ماندگی کا شکار بنانے کے لیے جو کچھ کیا گیا ہے، اس کی تیز رفتاری سے تلافی کی جائے۔

۱۶۔ بالعموم ہر مسلم کش بلوے کے بعد مسلمانوں ہی کی زیادہ تباہی ہوتی ہے اور پھر مسلمانوں ہی کی زیادہ گرفتاریاں ہوتی ہیں اور انہیں کو جرمانے اور قید کی سزائیں ملتی ہیں۔ طے ہونا چاہیے کہ جس فریق کا زیادہ نقصان ہو، گرفتاریاں اور سزائیں اُس کے مخالف فریق کی زیادہ اور مطابق تناسب ہوں گی۔

۱۷۔ فوری طور پر علاقہ آسام میں حالات کا جائزہ لینے کے لیے مسلم ممالک کا ایک وفد طلب کیا جائے جس کے ساتھ اخبار نویسیوں کی ٹیم کے علاوہ انجمن ہلال احمر کی مؤثر قوت موجود ہو۔ حالات کے مطالعہ و تحقیق کے علاوہ ہلال احمر کے لوگ برباد شدہ مکانوں اور مسجدوں کی تعمیر کریں، اُجڑی ہوئی آبادیوں کو واپس لے جا کر بسائیں۔ زخمیوں کا علاج کریں اور کھانے کپڑے کی ضروریات پوری کریں۔ اس سلسلے میں مصارف کا خاصا بوجھ خود بھارتی حکومت کو اُٹھانا چاہیے۔

۱۸۔ جہاں کہیں بھی بلوی کی نوعیت نسل کشی (GENOCIDE) کی ہو اور وہ اکثر ہوتی ہے تو اس کا مقدمہ بین الاقوامی سطح پر اُٹھایا جائے۔

لیکن اگر ان خطوط پر حالات کا اصلاح کا راستہ دینے پر بھارت تیار نہ ہو تو یکم مئی سے پہلے پہلے کسی مقررہ تاریخ کو خوشحال مسلمان ممالک میں بھارت کے تمام ٹھیکے منسوخ کر دیے جائیں۔

تمام زیرِ کار اسکیمیں بند کر دی جائیں۔ ایک ایک بھارتی فرد[1] کو واپس رخصت کر دیا جائے۔ مسلمان ممالک اگر اس چارۂ کار پر ذرا بھی توجہ دیں تو بھارت کی بنیا قوم کا دماغ جلد ٹھکانے آسکتا ہے۔[2]

مجھے صرف یہ پوچھنا ہے کہ کیا بھارت کے دوسرا اسپین یا اسرائیل (اصل فلسطین) بننے سے پہلے آج فوری طور پر کوئی مؤثر اقدام ہو سکتا ہے۔ کوئی ہے جو آسام کے کئی ہزار مقتولوں لاکھوں پناہ گزینوں اور مستقبل کے بلوؤں کا شکار ہونے کے لیے بچ جانے والے مسلمانوں کے لیے مضطرب ہو کے اُٹھے۔ آخر ہم نصف صدی سے مسلمانوں کے ساتھ خونخواری کا معاملہ کرنے والی مشرک قوم کے ساتھ دوستی اور کاروبار اور مفاد کے لیے کب تک اندھا خوشامدانہ رویّہ اپنائے رکھیں گے، سفارتوں اور تجارتوں کا کھیل ہم اپنے بھائیوں کی لاشوں پر محفلیں جا کر تو نہیں کر سکتے جن کا خون بھارتی پانیوں اور کھیتوں، ہواؤں اور پیداوار دن میں ملا ہوا ہے۔ اگر آج ہم آزاد

---

[1] اگر مسلمان افسروں، کاریگروں یا مزدوروں کو جذبہ اسلامی کے تحت سہارا دینا ہو تو اُن کو شہریت دے کر اپنے ان مستقلاً آباد کر لیا جائے۔

[2] واضح رہے کہ بھارت اور اسرائیل میں گہری ہم آہنگی ہے۔ پاکستان اور مسلم ممالک کے خلاف دونوں کے ذہن زہر سے بھرے ہوئے ہیں۔ پاکستان کے خلاف بھارت کی جنگوں میں اسرائیلی ماہرین شریک رہے ہیں اور بھارت کے بعض لیڈر اپنے مسلمانوں کا صفایا کرنے کے لیے اسرائیل میں سبق سیکھنے گئے تھے۔ بھارت مسلمان ملکوں میں سیاسی اور اقتصادی ہر لحاظ سے جاسوسی کرتا ہے۔ یوں بھی ہر وہ پیسہ جو مسلم ممالک سے بھارت میں جا رہا ہے۔ اس سے پاکستان کے خلاف اسلحہ کی خریداری ہو رہی ہے اور مسلمانوں کا ایسا ہر پیسہ ہمارے لیے بندوق کی گولی اور میزائیل اور راکٹ کی شکل اختیار کر رہا ہے۔ یہ حقیقت اگر کچھ اکابر اور دانش ور سمجھ سکیں تو پھر وہ اس امر کو بہتر سمجھیں گے کہ جو کام وہ بھارت کے ذریعے دس لاکھ روپے میں کراتے ہیں، کسی مسلمان ملک سے وہ اسے پندرہ لاکھ میں کرالیں اور اگر کسی بڑی ٹیکنالوجی کے لیے غیر مسلم ممالک کی طرف رجوع کرنا پڑے تو مشرق میں جاپان موجود ہے اور مغرب میں کئی دوسرے ممالک۔ یہ تو بے حسی کی انتہا ہے کہ بعض ملکوں میں مسجدوں کی تعمیر کے ٹھیکے بھی بھارتی ہندوؤں کے پاس ہیں اور کہیں حلال ذبیحہ گوشت کی فراہمی بھی بھارت کے ذمہ ہے حالانکہ خود بھارت کے مسلمانوں کو ہندو ہوٹلوں میں جا کر یقین نہیں ہوتا کہ ان کو صحیح حلال ذبیحہ ملے گا۔ بعض ہسپتالوں کے چیف میڈیکل آفیسر ہندو ہیں۔ بھارتی مال سے مختلف ملکوں کی منڈیاں بھری پڑی ہیں۔

ریاستوں اور زرعی اور معدنی پیداواروں کے خزائن اور ایک ارب آبادی کی انسانی قوت رکھنے کے باوجود کچھ نہیں کرسکتے تو بھارت کے مسلمان آپ سے رحم کی بھیک مانگے بغیر مرتے رہیں گے کیوں کہ انہوں نے بے بسی کے عالم میں بار بار ہجوم در ہجوم مرنا سیکھ لیا ہے۔ مگر آپ یہ خیال رکھیں کہ ظلم کا یہ گھیرا تنگ ہوتے ہوتے ایک دن اُن قوتوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لے گا جو آج محلات اور تخت گاہوں اور کارخانوں اور منڈیوں کے درمیان عزت کے تاج اور عظمت کے ہار پہنے امن چین سے بیٹھے ہیں۔

پھر کیا مسلم حکمران ایک ناتواں قلم کش کی تلخ پکار کو سنیں گے۔

کیا مسلم علماء اس مسئلے کو اٹھانے پر تیار ہیں۔

کیا ایسے مسلم ادیب اور دانشور زندہ ہیں جو قلم کی بے پناہ قوت کو استعمال میں لائیں۔

کیا ایسے صحافی ہیں جو اخبارات کے صفحوں کو مقتولین آسام کا مقدمہ اٹھانے کے لیے استعمال کریں!

کیا ہمارے کچھ ادارے اور منظمات اتنی توانائی رکھتے ہیں کہ وہ مسلمانانِ آسام کی فریاد کی گونج دنیا بھر میں پہنچادیں۔

کیا خدا اور رسول پر ایمان رکھنے والے عوام میں زندگی کی اتنی حرارت اور اسلام کی عطا کردہ اتنی اخوت ہے کہ وہ قیامت اٹھادیں۔

اگر ان میں سے کوئی بھی عنصر اور کوئی بھی فرد یا ادارہ اس مکتوبِ مفتوح کے پیغام سے اثر لینے والا ہے تو وہی میرا اصل مخاطب ہے۔ باقی رہے فوق البشر اور بے نیاز اسلام حضرات، تو ان سے مجھے کچھ نہیں کہنا ہے۔ وہ اپنے مشاغل اور دلچسپیوں میں مگن رہیں۔ ایسے حضرات مفاد اور تعیشات کے لیے اپنے آپ کو وقف کر کے دین اور رسولؐ کی اُمت کو ہمیشہ کے لیے ہر کرم فرمائی سے معاف کردیں۔ آمدنیاں، تعمیرات، مفاد اور تعیشات آپ کو جسمانی زندگی دے سکتی ہیں۔ مگر عزت آبرو کی مقصدی، روحانی اور تہذیبی زندگی نہیں دے سکتیں۔ زندگی ہے تو اسلامی نصب العین سے! زندگی ہے تو مظلوم مسلمانوں کی محبت و اخوت کی اسپرٹ سے۔ ورنہ جو اذیت ہم نے بیروت میں بھگتی ہے، اُس سے بڑی مصیبت ہم آسام میں بھگت رہے ہیں۔ اور آگے چل کر اور بڑی بڑی قیامتیں ہمارے سروں سے گذریں گی اور ہم دم نہیں مارسکیں گے۔ اِس طرح ہر ذلت سہیں گے جیسے ہم جانوروں

کے چارے کی روندوں کا ڈھیر ہوں۔ نگاہیں دیکھ رہی ہیں کہ ہمارے چاروں طرف معاند قومیں ظلم و تحقیر کے بیسے نئے ناوک لیے کھڑی ہیں۔ اور آج ہم نے ایک ناوک کو چپ چاپ سے سہہ لیا۔ تو کل دوسرے کو ہنسی خوشی سے سہنا ہوگا۔ اور بعد ازاں کسی اور بلا کا آگے بڑھ کر خیر مقدم کرنا ہوگا۔

ایمان اور عزت اور خود داری کی زندگی کے لیے حرکت و اقدام ضروری ہے۔

نعیم صدیقی۔ مرتب ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور

دو ضمیمے منسلک ہیں، انہیں بھی ملاحظہ فرمالیجیے:۔

ضمیمہ مکتوبِ خاص

(۱)

برصغیر کے باہر کے مسلم اور عرب ممالک کی مشکل یہ ہے کہ وہ بھارت کی مذہبی پستیوں اور سماجی وحشتوں سے پوری طرح واقف نہیں ہیں۔ یہاں مختصراً چند اشارات پیش کیے جاتے ہیں جو شاید بعض بند آنکھوں کو کھول دیں۔ اور منجمد دلوں کو دھڑکنے پر آمادہ کر دیں۔

۱۔ اس قوم کے مشرکانہ عقاید کی بنیاد دیویوں اور دیوتاؤں کی ایسی گندی کہانیوں پر ہے کہ ان سے متاثر ہونے والی قوم میں جوہر انسانیت نشو ونما پا ہی نہیں سکتا۔ دو دو سروں اور چار چار ہاتھوں والے بُت اس قوم کے ذہن میں اُترے ہوئے ہیں۔ اور جدید ہندوؤں نے ان کو بڑے فلسفیانہ مفہوم پہنا دیے ہیں۔

۲۔ یہ قوم نہ صرف سورج اور چاند ستاروں، درختوں اور پہاڑوں، گھوڑوں اور موروں بندروں اور سانپوں کو صدیوں سے پوجتی آرہی ہے بلکہ اس کے ہاں مذہبی طور پر لنگ اور یونی (مردانہ و زنانہ اعضائے تناسل) کی پوجا آج تک باقی ہے۔ اور اس کی مذہبی مورتیوں اور تصویروں میں تمام مکروہ پہلو جوں کے توں موجود ہیں۔ ان کے مندروں کے علاوہ گھر اور ہوٹل بتوں سے بھرے پڑے ہیں۔ اب تو یہ بت آرٹ کا عنوان پا چکے ہیں۔

۳۔ اس قوم کی نگاہ میں گائے کا پیشاب پُر تقدس ہے اور اس کے گوبر سے یہ اپنے باورچی خانوں کے اُن فرشوں کو لیپ کر پاک کرتی ہے جن پر بیٹھ کر کھانا پکایا اور کھایا جاتا ہے۔

۴ — اس قوم نے خود اپنے اندر ایک طرف برہمن نسل کو خدائی حقوق اور پرتقدس مقام دیا، یہاں تک کہ بہت سے گناہ اور جرائم بھی برہمن کرے تو مذہب اُن کو سندِ قبولیت دیتا ہے۔ دوسری طرف ایک طبقے کو ہمیشہ کے لیے انسانیت سے محروم کر کے شودر اور ہریجن بنادیا، جن کے سامنے بیٹھنا اور کھانا پینا تو کجا اُن سے مس ہو جانا بھی ہندوؤں کو ناپاک کر دیتا ہے۔

۵ — یہ وہ مذہب ہے جس نے عورتوں کو نہ صرف میراث اور حقِ ملکیت سے محروم کیا بلکہ مذہبی اور سماجی قانون کے تحت لازم کر دیا کہ وہ بیوہ ہونے کی صورت میں اپنے شوہر کی لاش کے ساتھ آگ کی چتا میں زندہ جل مریں۔ مذہب کے نام پر قائم شدہ اس وحشیانہ رسم کو مسلمان حکمرانوں نے آکر ختم کرایا جس سے آج کا ہندو سخت نفرت کرتا ہے۔

۶ — اس قوم میں جزائے اعمال کا مذہبی تصور یہ ہے کہ گناہ کے بدلے میں انسان کی رُوح مدّت دراز تک مختلف جانوروں کے پیکروں میں رہ کر عذاب بھگتتی ہے اور پھر لاکھوں برس بعد نجات باقی ہے۔ آخرت کے کسی عدالتی احتساب اور جزا و سزا کا کوئی معقول تصور موجود نہیں ہے۔ ان عقائد کا نتیجہ وہ پستیِ اخلاق ہے جو اجتماعی زندگی میں الم نشرح ہے۔

۷ — اس قوم کی نگاہ میں غیر ہندو، خصوصاً مسلمان ملیچھ (پلید یا ناپاک) کہلاتے ہیں اور اگر کسی مسلمان کا ہاتھ ہندو کے برتن کو لگ جائے تو اس میں رکھا ہوا پانی، کھانا بھرشٹ (ناپاک) ہو جاتا ہے۔ ان کے بزرگوں کی تلقین یہی ہے کہ جہاں تک ہو سکے ناپاک مسلمانوں کا نام و نشان مٹا دو اور ان کے بچوں تک کو ہلاک کر دو نیز اُن کے خلاف ہر قسم کی عداوت اور عیاری سے کام لو۔

اسی تعلیم کے تحت ہندوؤں نے مسلم حکومت کے دور میں بار بار بغاوتیں، شورشیں اور جنگیں کیں۔ اسی کے تحت دَورِ غلامی میں انگریزوں کا قرب حاصل کر کے مسلمانوں کو نقصان پہنچایا۔ اسی کے تحت آزادی کے لیے مسلمانوں کی قربانیوں کا یہ صلہ دیا کہ اُن کے مستقل مذہبی اور تہذیبی تشخص کو ماننے اور اُن کے آئینی حقوق تسلیم کرنے سے انکار کیا۔ اور اُن کو لادین متحدہ ریاست میں پھانسنے کی صیادانہ تدبیریں کیں۔ ہندوؤں کے اسی مسلم دشمن رویے نے مسلمانوں کے لیے مطالبۂ پاکستان کے سوا کوئی راہ نجات باقی نہ چھوڑی۔

۸ — پاکستان بن گیا تو اوّل تو اس کا انتقام مسلمانوں کے قتلِ عام کی صورت میں لیا۔ نیز

لارڈ ماؤنٹ بیٹن سے ساز باز کر کے ریڈ کلف کے ہاتھوں تقسیم کی لکیر اس طرح کھنچوائی کہ مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچے۔ پھر طے شدہ مناسبت کے تحت اثاثوں کی تقسیم کا جو فارمولا طے ہوا تھا اُس کو پامال کر کے پاکستان کو اس کے حقوق سے محروم کیا تاکہ وہ پنپ نہ سکے۔ اور یہ قضیہ آج تک طے نہیں کیا گیا۔ مگر پاکستان کے مسلمانوں نے صفر سے اپنی نئی آزاد زندگی کا آغاز کیا۔ اور میزوں کرسیوں کے بغیر (پنوں کے بجائے خارِ مغیلاں استعمال کر کے) بسا اوقات درختوں کے نیچے دفاتر لگا کر بیٹھے۔ اور خستہ حال بیرکوں میں دفتری ریکارڈ رکھا۔

۹ — بھارت نے متعدد مسلم اکثریتی علاقوں —— حیدر آباد، کشمیر، جوناگڑھ اور رام پور اور بھوپال وغیرہ پر زبردستی قبضہ جما لیا۔

۱۰ — ایک سے زیادہ بار مختلف بہانوں سے پاکستان پر حملہ کیا تاکہ بظاہر اس چھوٹے ملک کا صفایا کر دیا جائے مگر پاکستان کی فوج اور قوم نے اُن کا منہ توڑ جواب دیا۔ ان ناکامیوں کے انتقام میں اُنھوں نے رُوس کی سرپرستی اور اسرائیل کی ماہرانہ رہنمائی میں نہایت گہری سازشوں اور آخر میں فوجی جارحیت کے ذریعے پاکستان کے مشرقی حصے کو الگ کرا کے بنگلہ دیش بنوا لیا۔ اور پھر اندرا گاندھی نے فخر سے کہا کہ ہم نے مسلمانوں سے ہزار سال کے دورِ حکومت کا بدلہ لے لیا ہے۔

۱۱ — ۱۹۶۵ء کی جنگ میں واہگہ کے سرحدی علاقے سے بے گناہ نہتے شہریوں کو عورتوں، بچوں سمیت پکڑ کر لے جایا گیا اور ان کو اذیت ناک حالات میں رکھا گیا۔

۱۲ — سابق مشرقی پاکستان پر فوجی تسلط جما لینے کے بعد وہاں سے نہ صرف فوجی افسروں اور سپاہیوں کو بلکہ سول ملازمین اور عام شہریوں کو بھی گرفتار کر کے بھارتی جنگی کیمپوں میں قید کر دیا گیا۔ ان کی برین واشنگ کے لیے انہیں تکلیف دہ حالات میں رکھا گیا۔ فوجی افسروں کی تعذیب کا سامان کیا گیا! اور اچھے گھرانوں کی عمر رسیدہ خواتین کو نالیاں صاف کرنے کے کاموں پر لگایا گیا۔ مگر وہ لمبی مدت تک نوّے ہزار افراد کو قید میں رکھ کر کسی کو ہم نوا اور متاثر اور مخالف پاکستان نہ بنا سکے۔

۱۳ — انہی نوّے ہزار قیدیوں کے دباؤ کے تحت شملہ معاہدہ مرتب کیا گیا جو پاکستانی نقطۂ نظر سے قابلِ اطمینان نہیں ہے۔

۱۴۔۔۔ بھارت کے اکثر سیاسی اور مذہبی لیڈروں کے ایسے بیانات آج بھی ریکارڈ میں ہیں کہ جن سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ پاکستان کے وجود کو تسلیم نہیں کیا گیا۔ اور ارادے یہی ہیں کہ اسے کبھی نہ کبھی ملیامیٹ کر دینا ہے۔

۱۵۔۔۔ بھارت کا ایک مخفی تقاضا یہ ہے کہ پاکستان اُس کی خارجہ پالیسیوں کی پیروی کرے اور اُس کی قیادت کے سامنے آزادی کا سر جھکا دے۔

۱۶۔۔۔ تقسیم سے پہلے انگریزی حکومت کے اہم ادارے، عمارتیں، صنعتی کارخانے، اسلحہ ساز فیکٹریاں زیادہ تر بھارت میں تھے، ان کا بھی نہ تو حصہ دیا گیا، نہ اُن کی قیمت ادا کی گئی۔

۱۷۔۔۔ اسلحہ کے جو انبار آج بھارت میں جمع کیے گئے ہیں۔ ان کا اوّلین ہدف پاکستان کے علاوہ کوئی اور نہیں ہو سکتا۔

۱۸۔۔۔ پاکستان جب کبھی کہیں سے فوجی سامان یا اقتصادی امداد حاصل کرتا ہے تو بھارت پہلے ہی سے اسرائیل کے تعاون سے پوری پروپیگنڈا مشینری کو مخالفت کے لیے متحرک کر دیتا ہے اور اگر پاکستان کے لیے سامان یا مال دینے کا کوئی معاہدہ یا اعلان یا قرارداد سامنے آجائے تو اس کے بعد بھی سفارتی سطح پر بھی اور پروپیگنڈے کی سطح پر بھی سخت مخالفانہ مہم چلائی جاتی ہے۔

۱۹۔۔۔ بھارت کی طرف سے خاموش اور اسرائیل کی طرف سے پاکستان پر حملہ کرنے کی واضح دھمکیاں دی جا چکی ہیں۔ اس غرض کے لیے اسرائیل نے بھارت کے جام نگر کے ہوائی اڈے کو استعمال کرنے کی ضرورت کا اظہار کیا ہے۔

۲۰۔۔۔ شمال کی طرف سے روس نے افغانستان پر بھاری جارحیت کر کے پورے ملک کو اُجاڑ دیا ہے اور ڈیڑھ کروڑ کی قوم میں سے ۶۰، ۷۰ لاکھ افغانی مہاجر دُنیا میں بکھر گئے ہیں جن میں سے ۳۰ لاکھ سے زائد تعداد پاکستان میں پناہ گزین ہے۔ اس قضیے میں بھارت کی دوستی روس کے ساتھ ہے اور وہ افغانوں کے حقوق دلانے اور انہیں جارحیت سے نجات دلانے کے بجائے اُلٹا خود روسی مدد سے مسلح ہو کر پاکستان کے لیے خطرہ بن رہا ہے۔ بھارت اس پر تیار نہیں کہ وہ روس کا نام لے کر جارح فوج کو افغانستان سے نکالے جانے کی بات کرے۔ غیر جانب دار کانفرنس کے موقع پر بھارت نے ایسی فضا بنائی کہ اس کے سرپرست روس کے خلاف

کچھ نہ کہا جاسکے۔ کانفرنس میں پاس ہونے والی قرارداد میں روس کا نام لیے بغیر صرف یہ کہا گیا ہے کہ افغانستان اور کمپوچیا میں بیرونی مداخلتیں ختم ہونی چاہئیں۔ اشارہ یہ ہے کہ جیسے افغانستان میں امریکہ اور چین اور پاکستان بھی فوجی مداخلت کر رہے ہیں جن کی وجہ سے رُوس فوجیں بھیجنے پر مجبور ہوگیا ہے۔

۲ — سب سے بڑی مصیبت یہ کہ پاکستان کے آزاد مسلم سلطنت بن جانے کا انتقام مسلسل ۳۶ سال سے بھارت میں رہنے والی کثیر التعداد مسلمان اقلیت سے مسلسل لیا جارہا ہے۔ جس کی متعدد صورتیں ہیں:۔

ا — بعض علاقے مثلاً چینی بھارتی سرحد کے ساتھ کے علاقوں میں سے، آسام کے پہاڑی علاقے سے مشرقی پنجاب میں سے، بنگلہ دیش کے قریبی خطوں میں سے اور بہار سے مسلمانوں کو اکھیڑ دیا گیا ہے۔ حد یہ کہ دہلی کی جامع مسجد کے ارد گرد کے تاریخی علاقے کی مسلم آبادی کو بھی زیادہ تر تباہ کیا جارہا ہے۔

ب — نکاح و طلاق اور پرسنل لا کے معاملات میں سیکولرازم کے نام پہ ان کی شریعت اسلامیہ سے وابستگی کو ختم کرنے کی تدبیریں ہورہی ہیں۔

ج — مسلم اوقاف کو مسلمانوں سے چھین کر حکومت اپنے قبضے میں لینا چاہتی ہے تاکہ مسجدوں، مدرسوں اور دیگر مذہبی و سماجی اداروں کا در و بست چلنا ممکن نہ رہے۔ علاوہ ازیں بے شمار مسجدوں کو یا تو ہندوؤں نے مسکن بنا لیا ہے یا انہیں توڑ پھوڑ دیا ہے۔ صرف شہر دہلی میں ایسی عبرتناک صورتیں متعدد ہیں۔

د — مسلم یونیورسٹی علی گڑھ پر سے مسلم چھاپ کو ختم کرنے کے لیے تدریجی تدابیر عمل میں لائی جارہی ہیں اور لادینیت پسند یا کمیونسٹ اساتذہ اور طلبہ کو آلۂ کار بنا کر بار بار یونیورسٹی کے نظم کو خراب کیا جاتا ہے۔

ر — اُردو زبان کو موجودہ دستوری نظام کے تحت نشوونما کے سو راستے ملنے چاہئیں، وہ بھی بند ہیں اور بھارت کی یہ اصل ملک گیر زبان صرف اپنی خوبیوں کے بل پر اہل قلم کی انفرادی کوششوں سے زندہ ہے، جس کا کریڈٹ لینے کے لیے حکومت نے برائے نام قسم کے چند ادارات قائم کر رکھے ہیں مگر تعلیمی لحاظ سے اُردو کا کوئی مستقبل نہیں ہے۔

س — دیوبند جیسے قدیمی اسلامی ادارے کو حکومت نے ماہرانہ مداخلت اور افتراق انگیزیوں کے ذریعے تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔ جامعہ ملیہ جیسی اسلامی تعلیم گاہ آج مخلوط تعلیم کا اڈہ بنی ہوئی ہے۔ بہار شریف کو مجاہدا

ؔ اگر مسلم ممالک اُردو کے دو صد سالہ اسلامی لٹریچر کے تحفظ کے لیے یہ لازم کر دیں کہ وہ ہندوستان سے صرف ایسے افراد کو اپنے ہاں قبول کریں گے جو اُردو زبان میں کوئی اچھی تعلیمی سند رکھتے ہوں تو خاصا نتیجہ برآمد ہوسکتا ہے۔

جا چکا ہے ۔

ص۔ مسلمانوں کو جو جماعتیں اسلام کی دعوت دیتی ہیں اور مصیبت کے وقت ان کو سہارا بہم پہنچاتی ہیں ۔ ان کو ہندو جن سنگھ اور راشٹریہ سیوک سنگھ جیسی فسادی اور غنڈہ جماعتوں کے درجے پر رکھ کر نشانۂ عتاب بنایا جاتا رہتا ہے ۔ نیز اُن کے خلاف یہ کہہ کر نفرت پھیلائی جاتی ہے کہ یہ باہر سے مدد لیتی ہیں ۔

ط۔ حال ہی میں تبلیغِ اسلام کی مہم کو جو کامیابی جنوبی ہند میں ہوئی اُس پر بھی ہندو اکثریت اور حکومت پیچ و تاب میں ہے۔ اور نومسلموں پر ظلم و ستم کے واقعات ہو چکے ہیں۔ ساتھ ہی مبلغ جماعتوں کو یہ کہہ کر بدنام کیا جاتا ہے کہ انہوں نے روپیہ تقسیم کر کے لوگوں کو اسلام میں داخل کیا ہے ۔ شرمناک بات یہ ہے کہ خود مسز اندرا گاندھی ۵ سو ہریجنوں کے مسلمان ہونے پر اتنی مضطرب ہوئیں جتنی راشٹریہ سیوک ——

ع۔ مسلمانوں کو تقاریر اور اخبارات کے ذریعے سیاسی اور مذہبی لیڈروں کی طرف سے بار بار یہ انتباہ دیا جاتا ہے کہ اوّل تو بھارت میں اُن کو جینے کا حق نہیں ہے ۔ اگر کچھ گنجائش ہے تو اس شرط پر کہ وہ اپنی نگاہِ عقیدت کو ملک سے باہر کعبے اور مدینے کی طرف اُٹھانے کی بجائے خود اپنی سرزمین سے وابستہ رکھیں ۔ نیز وہ صحابہ کرام اور خلفائے راشدین اور اپنے مجاہدین و شہدا کی شخصیتوں سے عقیدت کا تعلق ترک کر کے ہندو قوم کے اکابر کو اپنا بزرگ تسلیم کریں۔ علاوہ ازیں وہ اپنی لڑکیوں کو ہندوؤں کے ازدواج میں دیں اور اپنے جداگانہ مذہبی تشخص کو ختم کر دیں ۔

ف ــ مسلمانوں کی آخری سزا دہی اُن کی نسل کشی ہے جو علاقہ بہ علاقہ روز ہوتی رہتی ہے ۔ منصوبے بنا کر اُن کے خلاف طوفان اُٹھایا جاتا ہے ۔ جانوں کی ہلاکت کے علاوہ مکانوں اور کارخانوں اور دکانوں کو آگ لگائی جاتی ہے تاکہ جینے کا سروسامان ختم ہو ۔ سرکاری پولیس اور فوج اور انتظامی افسروں کو اگر خونریزی کی روک تھام کے لیے متعین کیا جاتا ہے تو اُن میں بھی چونکہ متعصب ہندوؤں کا غلبہ ہے اور مسلمان برائے نام بھی شریک نہیں اس لیے ان کی طرف سے مسلم دشمن غنڈوں کی پشت پناہی ہوتی ہے اور گرفتاریاں بھی مسلمانوں کی زیادہ ہوتی ہیں، مقدمے بھی اُن پر چلتے ہیں، جرمانوں اور قید کی سزائیں بھی اُن کو ملتی ہیں ۔

واضح رہے کہ حصولِ آزادی کے بعد سے اگست ۱۹۸۰ء تک ہندوستان میں چار ہزار مسلم کش

بلوئے ہوئے جن میں مرنے والوں کی تعداد ساڑھے چھ لاکھ ہے۔ مالی طور پر مسلمانوں کا نقصان ۳۳ تا ۳۷ ارب روپے کا ہوا۔ ۱۹۸۰ء کے بعد مسلمانوں کی تباہ کاری کا جو کارنامہ انجام دیا گیا اس کا حساب شامل کیا جائے تو مسلم کشی کے ہنگامے ۵ ہزار تک پہنچتے ہیں۔

۲۲ —— اب آسام کی داستان کی تلخیص ملاحظہ فرمائیے:۔

(۲)

آسام خون آشام کی قیامت کا پہلے پس منظر ملاحظہ فرمائیے۔

پہلی بار جب مسٹر باردولی ناتھ کی کانگرسی وزارت قائم ہوئی (۱۹۴۵ء) تو اس وقت ایک لاکھ مسلمانوں کو نکال باہر کیا گیا۔ کیا یہ کوئی چھوٹا حادثہ ہے؟

مسلمانوں کو آسام سے نکالنے کے لئے دوسری کوشش ۱۹۴۷ء سے ۱۹۵۰ء تک کی گئی جب کہ گوہپاڑہ، منگل دائی اور دوسرے علاقوں میں بڑے بڑے بلوے ہوئے۔ بہت سے مسلمان بھاگ کر بنگلہ دیش میں داخل ہوگئے۔ پھر اقلیتوں کے تحفظ کے لیاقت نہرو معاہدے (۱۹۵۰ء) کے تحت آسام چھوڑنے والوں کو واپس بلایا گیا۔ مگر ان کی زمینیں ان کو نہیں دی گئیں۔ یہاں سے متعصب اور مسلم دشمن ہندوؤں میں نئے عزائم بیدار ہوئے۔

آسامی مسلمانوں پر حملوں کا تیسرا دور اس وقت شروع ہوا جب پنڈت نہرو کے دور میں بھارت کی شمال مشرقی سرحد (معروف بہ "نیفا") سے مسلمانوں کو جبراً بے دخل کیا گیا۔ ان کی جملہ املاک اور زمینیں ضبط کر لی گئیں۔ فخرالدین علی احمد کے دورِ وزارت میں مسلمانوں کو غیر محب وطن قرار دینے پر سخت احتجاج ہوا، اور ساتھ ہی مسلم کش بلوے شروع ہوگئے۔ فخرالدین علی احمد (جو بعد میں بھارت کے صدر بھی بنے) اور معین الحق چودھری احتجاجاً عہدوں سے مستعفی ہوگئے مگر اس احتجاج کا بھی کوئی اثر نہیں ہوا۔ لاکھوں مسلمان تباہ کر دیئے گئے اور جو بچ سکے وہ بھاگ کر دریائے برہم پترا کی ترائی میں نوگاؤں، گوہاٹی اور گوہپاڑہ وغیرہ کے علاقوں میں بس گئے اور بڑی خستہ حالی کی زندگی گزارنے لگے۔

موجودہ ہنگاموں کا سررشتہ آغاز وہ ایجی ٹیشن ہے جو ۱۹۷۹ء میں جنتا پارٹی کی ہزاریکا وزارت کو برطرف کر کے صدر راج نافذ کرنے پر ابھرا۔ یہ ایجی ٹیشن جو مرکزی حکومت کی پالیسی اور غیر آسامی

آبادی کے حق رائے دہی کے خلاف اٹھا تھا اسے راشٹریہ سیوک سنگھ کے دو وزراء نے فرقہ وارانہ رنگ کی طرف موڑنے کی کوشش کی اور مسلم دشمنی کے جذبات کو خوب بھڑکایا۔ مسلمانوں کو غیر قانونی مداخلت کار قرار دے کر ان پر حملوں کا آغاز کرایا گیا۔ اٹل بہاری باجپائی کے علاوہ خود اندرا گاندھی[1] کو بھی یہی پسند ہوا کہ آسام کی ساری آبادی کے اندر علاقائی تصادم کے بجائے قضیے کا رخ مسلمانوں کی طرف موڑ دیا جائے۔ آے اے ایس یو (آل آسام سٹوڈنٹس یونین) نے جو آسام کے سبھی دور ہنگامہ کو چلانے میں بڑی حصہ دار قوت رہی ہے۔ نومبر ۸۰ء میں یہ کھلا الزام لگایا تھا کہ بھارتی حکومت سارے قضیے کو ہندو مسلم تصادم میں بدلنے کے لئے یہ چاہتی ہے کہ ان سے غیر قانونی مداخلت کاروں کا سا معاملہ کیا جائے اور باہر سے آمدہ ہندوؤں کو پناہ گزین قرار دیا جائے۔ چنانچہ بات یہاں تک پہنچی کہ پہاڑی قبائلیوں کو بڑی آسامی تحریک سے الگ رکھنے اور بنگلہ دیشی مسلمانوں کے خلاف وحشت کاری کرنے کے لئے ایک جداگانہ ضلع بنا کر دینے کی پیشکش بطور رشوت کی گئی۔ سٹوڈنٹس یونین کا یہ کہنا ہے کہ یہ چال ہماری اصل تحریک کو تباہ کرنے کے لئے چلی گئی ہے۔

دراصل آسامی ایجی ٹیشن کو نوجوانوں کی دو تنظیمیں چلا رہی تھیں، ایک آل آسام سٹوڈنٹس یونین، دوسری گنا سنگرام پریشد پیپلز ریولیوشنری کمیٹی۔ اس کی نذر کسی طرح مسلمانوں پر اول درجے میں نہیں پڑتی تھی۔ اس کا ثبوت غیر آسامی آبادی کے درج ذیل یادگوتی اعداد و شمار ہیں:-

باہر سے اکھڑ کر آنے والے لوگ ۲ لاکھ ۴۱ ہزار

(یہ تمام کے تمام بنگلہ دیش سے آئے ہوئے ہندو تھے)

غیر قانونی داخل شدگان

ہندو	= ۶ لاکھ ۳۱ ہزار
بودھ	= ۶۵ ہزار
عیسائی	= ۳۰ ہزار
مسلمان	= ۲۰ ہزار
میزان کل	= ۹ لاکھ ۶۷ ہزار

[1] آپ ذرا خیال کریں کہ یہی اندرا گاندھی مسلمانوں سے ووٹ حاصل کرنے کے لیے اُن کو آسام جا کر تحفظ کا یقین دلاتی ہیں۔ پھر یہی مسلم کشی کی سازشی سرنگ میں بارود بھرتی ہیں۔

دونوں قسم کے غیر آسامیوں کی مجموعی تعداد ۱۱ لاکھ ۸۱ ہزار میں صرف ۲۷ ہزار مسلمان شامل ہیں۔ آخر کیا وجہ ہے کہ بقیہ مذاہب کے لوگوں کی بھاری تعدادوں کو چھوڑ کر صرف ۲۷ ہزار مسلمانوں کے خلاف لاوا اُبل پڑا اور صرف وہی غیر آسامی مداخلت کار قرار پائے۔ (وزارت داخلہ کے فراہم کردہ اعداد و شمار بتاریخ ۲۶ ستمبر ۱۹۸۰ء۔ بحوالہ امپیکٹ لندن)

پرکاش چندر سیٹھی کا بیان ہے کہ آسامی طلبہ اور دیگر آسامیوں کی تحریک تمام غیر آسامیوں کے خلاف تھی اور اس کا اصول عدم تشدد مقرر تھا۔ بعد میں مختلف افراد اور عوامل نے تحریک کا رُخ بدل دیا اور اُس میں غیر متعلقہ عناصر شامل کیے گئے۔ اس تبدیلی کا الزام آسامی تحریک والوں نے بعض متعصب ہندو لیڈروں اور وزیروں کے علاوہ خود اندرا گاندھی پر لگایا ہے۔

حالیہ سلسلہ واقعات یوں ہے کہ آسام میں گوہاٹی کے صوبائی مرکز سے صرف ۵۴ کلومیٹر دور (یعنی کار کی ۲/۱ گھنٹے کی مسافت) نیلی نامی آبادی کے آس پاس مسلمانوں کے ایک درجن گاؤں تھے اور اُن کی تعداد دس ۱۵ ہزار تھی۔ اس مسلم علاقے کے ارد گرد ہندو آبادی کا بڑا گھیرا تھا۔ جو عرصہ سے فتنہ و شورش کی تیاری میں تھے اور اسلحہ جمع کر چکے تھے۔ اور اُن کو سرکاری پولیس اور ملیشیا کا پورا تعاون حاصل تھا

یہ بات بھی سامنے آگئی کہ ہے کہ مشہور مسلم دشمن اور متعصب جن سنگی لیڈر اٹل بہاری باجپائی متعدد بار آسام گئے اور انہوں نے انتخابات کا بائیکاٹ کر کے ہنگامہ اُٹھانے والوں کا ساتھ دیا۔ اُنہوں نے مجوزہ کارروائیوں اور منصوبوں کے سلسلے میں مشورے بھی دیئے۔ بھارت کی دوسری فرقہ پرست جماعتوں کے لوگوں نے بھی آسام میں جاکر غیر آسامیوں کے خلاف اُٹھنے والے طوفان کا رُخ مسلمانوں کی طرف موڑ دیا۔ خود مسز اندرا گاندھی کا منشا بھی یہی تھا کہ آنے والی تباہی کا شکار مسلمان ہوں۔

ضلع دارنگ کے منگالڈولی کے مقام پر مسلمانوں کے قتلِ عام کا منصوبہ بنا جہاں آنکھ دیکھے بیرونی لوگ آکر شریک ہوتے رہے۔ نیلی کے مسلمانوں کے خلاف ۱۴ فروری کی ووٹنگ کے انتقام میں ہندوؤں نے اولاً مکمل سماجی مقاطعہ شروع کیا۔ اور پھر قتلِ عام کے پہلے راؤنڈ میں گوہ پور کے علاقے میں قبائلیوں آسامیوں اور نیپالیوں نے مل کر ۱۷ دیہات کو نذرِ آتش کر کے ایک ہزار افراد کو ہلاک کر دیا۔ جمعہ ۱۸ فروری کی روشن صبح کو نیلی کے گاؤں کو گھیرے میں لے لیا گیا۔ مرد چونکہ کام پہ جا چکے تھے اور کچھ بھاگ بھی نکلے تھے اور ایک اطلاع یہ بھی ہے کہ انہیں سرکاری انٹیلی جنس والوں نے خطرے سے بچنے

کے لیے بھاگ جانے کا مشورہ دیا۔ اس لیے قتل عام کا شکار ہونے والوں میں ۸۰ فیصد عورتیں اور بچے تھے۔ عورتیں بچوں کو لے کر دھان کے ڈھیروں میں جا چھپیں مگر قاتلوں نے شیر خوار بچوں کو ماؤں سے چھین چھین کر اُن کے سامنے انہیں چیر پھاڑ دیا۔ اور پھر اُن کی ماؤں کا بھی صفایا کر دیا۔ حتٰی کہ ضعیف عورتوں کے بدن بھی کاٹ دیئے گئے۔ جمعہ کا سارا دن اور اگلی رات صبح تک یہ خونخوارانہ ڈرامہ جاری رہا۔ جو مرد جنگلوں کی طرف بھاگ نکلے تھے، ان کو درندوں کی ٹولیوں نے ڈھونڈ ڈھونڈ کر اس طرح شکار کیا جس طرح (بالفاظ نیوز ویک) خرگوشوں کا شکار کیا جاتا ہے۔ اس مہم کی سرکردگی نوجوانوں نے کی، جو آسام ماتا کی جے کے نعرے لگا رہے تھے۔

نیلی کے بعد مشرک وحشیوں نے دبھل، ماتی پربت، بوریری اور دھرم تلی وغیرہ مسلم دیہات کا رُخ کیا۔ اور قسائی فطرت حملہ آوروں نے انسانی گوشت کے انبار لگا دیئے۔ مسلمانوں کی لاشیں بکھری پڑی رہیں کیونکہ اُن کو سمیٹنے کے لیے کوئی مسلمان باقی نہ تھا۔ ان لاشوں کو گدھ اور کوّے نوچتے رہے۔ فوج نے جو پہلے سے ایسے بلووں کو روکنے کے لیے مامور تھی، اُس نے قاتل درندوں کا ساتھ دیا۔ اور کوئی مثال ایسی نہیں کہ فوجیوں نے مظلوموں کے جان و مال کو بچانے یا ظالموں کا ہاتھ روکنے کی کوئی کوشش کی ہو یہی حال پولیس اور ملیشیا کا تھا۔

نیلی ضلع نوگاؤں کے متعلق عام اطلاعات ۲ ہزار ہلاکتوں کی ہیں۔ مگر دوسری رپورٹوں میں یہ تعداد ۴ ہزار بتائی گئی ہے۔ گھروں اور مکانوں کو جلانے کے علاوہ مویشیوں اور فصلوں کو بھی تباہ کر دیا گیا۔

ہسپتالوں میں متعصب ہندو فرقہ پرستوں کا رویہ یہ تھا کہ دس ہزار مسلمان زخمیوں کو طبی امداد دینے کی بجائے اُن کو طرح طرح سے پریشان کیا گیا۔ اسی طرح جو لوگ کیمپوں میں پہنچے اُن کے لیے کوئی سامان غذا نہ تھا۔ وہ شہدا بھی تھے جن کی لاشیں رب نواز نامی نوجوان کی چشم دید شہادت کے مطابق رات کے وقت پیلی دریا میں بہا دی گئیں۔

مجموعی طور پر اس وقت تک ۳ لاکھ سے زائد افراد بے گھر ہو چکے ہیں۔

اب آسام کے بقیہ ۲۵ لاکھ مسلمانوں کا حال ایسا ہے کہ وہ ایک مذبح میں پڑے اپنے ذبح ہونے کی باری کا انتظار کر رہے ہیں۔

یہ مجرمانہ طوفان جو تین ہفتے جاری رہا۔ اس میں اخباری رپورٹوں کے مطابق ظاہری تعداد مقتولین ۱۰ تا ۱۵ ہزار سامنے آتی ہے[1]۔

اس سارے سانحہ کا سہرا مسز اندرا گاندھی کے سر ہے جنہوں نے مسلمانوں کو تحفظ کا یقین دلا کر اُن سے کانگریس کی کامیابی کے لیے ووٹ ڈلوائے اور پھر ان کا کارنامہ صرف یہ ہے کہ وہ اس مقام کا معائنہ کر آئیں جہاں سے لاشیں اٹھائی جا چکی تھیں، صرف اُن کی ہڈیاں باقی تھیں، جس سے بچنے کے لیے اندرا گاندھی نے ساڑھی کا پلو ناک پر رکھ لیا۔ اس عورت سے یہ بھی نہ ہو سکا کہ یہ دلی کرب و اندوہ کا اظہار کم سے کم ایک فقرے میں کر دیتیں یا انتظامیہ اور فوج اور پولیس اور ملیشیا کے خلاف کوئی تحقیقاتی کارروائی کرائیں۔

۱۶ — آخری بات مجھے یہ کہنی ہے کہ اس وقت اخلاقی لحاظ سے بھارت کا معاشرہ پوری طرح بانجھ ہو چکا ہے۔ رشیوں اور منیوں، سنتوں اور بھگتوں، سادھوؤں اور بھکشوؤں کی اس سرزمین میں کہیں کوئی ایسی مذہبی تڑپ باقی نہیں جس کا رشتہ رام کرشن یا بودھ اور اشوک سے جوڑا جا سکے۔ گنتے شرک، ہندو ہے روح سیکولرازم کی فضا میں تمام اخلاقی اصول اور قدریں ختم ہو گئی ہیں، ورنہ بھارت میں کوئی نہ کوئی ہندو گروہ مسلم کشی کے خلاف اٹھ کھڑا ہوتا۔ ظلم کے خلاف مذہبی سطح پر کوئی للکار بلند ہوتی۔ سیاست دان بھی سیاسی ہیر پھیر کی باتیں کرتے ہیں اور وہ بھی زیادہ تر مخالف مسلم انداز میں۔ کبھی کوئی اپوزیشن کا لیڈر رابرتا بھی ہے تو بااصول سیاست کے زیر اثر کوئی ٹھوس بات اور کوئی مضبوط فیصلہ سامنے نہیں آتا۔ بھارت کی جمہوریت کو ایک بڑی جمہوریت کہا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ جمہوریت ایک بڑا شامیانہ ہے جس کی خوبصورت قناتوں کے اندر نسلی، علاقائی اور مذہبی اختلافات رکھنے والے کمزور گروہوں کو دلائل کے بجائے چھروں اور بلموں اور گولیوں سے ہم نوا بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یعنی ایک ملک میں جمہوریت کی سب سے ابجد موجود نہیں۔ اس سے تو وہ آمریت بہتر ہے جو

---

[1] واضح رہے کہ یہ رپورٹیں آسامی اور بنگالی وقائع نگاروں کی فراہم کردہ ہیں۔ اور مغربی نامہ نگاروں نے بھی دلی میں بیٹھ کر انہی کی مدد سے اپنے ڈسپیچ تیار کیے۔ اس لیے دس، پندرہ ہزار اموات کے اعداد و شمار بالکل ناقابلِ اعتماد ہیں۔ ایک اخباری رپورٹ ایسی ہے کہ جو مقتولین کی تعداد ۳۰ ہزار بتاتی ہے۔

اچھی ہوگی جہاں لوگوں کے جان، مال، آبرو، عزت اور ضمیر چھیروں کی زد سے محفوظ ہوں۔ جمہوریت کا ایسا شاندار ڈھونگ کس کام کا کہ آدمی کو محض اس بنا پر جان کے لالے پڑے ہوں کہ اُس کا عقیدہ یا اُس کی تہذیبی روایات مختلف ہیں۔ یا وہ نسل اور زبان اور علاقے کے لحاظ سے دوسروں سے فرق رکھتا ہے۔ پوری صحافت سیکولر نیشنل ہندو ازم کے سیلاب میں یکساں بہی جا رہی ہے۔ دھارے کے خلاف سر اٹھا کر بات کہنے والا کوئی نہیں۔ ادیبوں اور دانشوروں کا یہ حال ہے کہ ان کے کسی گروہ تو کیا، کسی فرد کی طرف سے بھی ہندوؤں کی بہیمانہ کارروائیوں کے خلاف آواز نہیں اٹھی، ایسا ادب نہیں ابھرا جس سے ظاہر ہو کہ ادیب ان حالات کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ حد یہ کہ ہندوؤں میں سے کوئی ایسا سیوا سمتی گروہ بھی کبھی نمودار نہیں ہوا جس نے مصیبت زدہ مسلمانوں کی کسی طرح امداد کی ہو۔ کوئی سادھو نہیں جس نے مرن برت رکھ لیا ہو، کوئی ایسے مہنت اور پجاری نہیں جو کسی چوراہے پر دھرنا مار کر بیٹھ جائیں، کوئی ایسی انسانیت دوست سماجی پارٹی موجود نہیں جو آسام جا پہنچے اور اس مصیبت کو سمجھے جو مسلمانوں پر وارد ہوئی ہے۔ ایسا کوئی انسانی رجحان موجود نہیں ہے وہاں تو محض ایک رسمی صورت، بنیوں کا نمائشی اخلاق اور دلفریب مصنوعی انکسار ملتا ہے اسی کو کہتے ہیں :۔ بغل میں چھری منہ پر رام رام

میں ایسی بنجر قوم کے متعلق یقین رکھتا ہوں کہ یہ خود جلد کسی سخت گرفت میں آ جائے گی جس سے اسے نہ اس کے اسلحہ بچا سکیں گے نہ اس کی عیارانہ سیاست اور نہ نمائشی جمہوریت۔ دوسری بات یہ کہ ایسی قوم کے متعلق یہ حسنِ ظن رکھنا کہ وہ اپنا محاسبہ آپ ہی کرلے گا یکسر خود فریبی ہے اب اس قوم میں انسانیت کی کوئی رمق باقی نہیں ہے۔

بھارت سے مکمل مایوسی کے بعد میں مجبور ہوا ہوں کہ ایک مکتوب مفتوح لکھ کر اپنی دینی و دنیوی برادری کو توجہ دلاؤں کہ وہ اندرونی رضاکارانہ اصلاح کی امیدیں چھوڑ کر باہر سے مؤثر دباؤ ڈالے۔

اگر ایسے بڑے المیہ پر عالم اسلام بے حس رہا تو اس کا کوئی وقار باقی نہیں رہے گا۔